www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

موت العالِم موت العالَم

برصغیر پاک و ہند میں جن خاندانوں کو ان کی دینی، علمی اور تبلیغی مساعی کے باعث شہرتِ عام اور بقائے دوام کا مرتبہ حاصل ہے، ان میں بیسویں صدی میں روپڑی خاندان کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے ۔ یہ خاندان مسلکا اہلحدیث فکر سے متعلق ہے۔روپڑی خاندان میں علم ودعوت اور فکر و تحقیق کے اعتبار سے مرکزی شخصیت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ (م ۱۹۶۴ء) کی ہے۔ مگر ان کی وفات کے بعد اس خاندان کے جس بزرگ کو دعوتِ دین، علم مناظرہ اور دینی سیاست میں بہت عزت وشہرت نصیب ہوئی وہ حافظ عبدالقادر روپڑیؒ ہیں جبکہ ان کے بڑے بھائی شیریں بیاں خطیب اور ہر دِل عزیز دینی رہنما حافظ اسمٰعیل روپڑیؒ، محدث روپڑیؒ کی وفات سے قبل ہی انتقال کر چکے تھے۔ دینی حلقوں میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی طرح مولانا اسمٰعیل روپڑیؒ کی شیریں لسانی اور مؤثر خطابت کا بہت چرچا تھا اور لوگ میلوں دور سے گھنٹوں پر محیط آپ کے خطاب کو سننے چلے آیا کرتے۔ یہ دونوں نامور خطیب اور عالم سگے بھائی حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے بھتیجے ہیں۔ ان میں سے مؤخر الذکر کا سانحۂ ارتحال ۶؍ دسمبر ۱۹۹۹ء کو ہوا...... إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون !

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی شخصیت اور خدمات ان کی زندگی اور صحت کی حالت میں زبان زدِ عام تھیں مگر ان کی طویل بیماری کے بعد سانحۂ ارتحال پر پرشکوہ جنازہ اور اقصائے عالم سے ملنے والے تعزیتی پیغامات سے نمایاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلکِ اہلحدیث سے تعلق رکھنے والوں میں بالخصوص اور دوسرے مسالک کے پیروکاروں میں بالعموم کس درجہ قبولیت عطا کر رکھی تھی۔ عرب و عجم میں ان کی وفات پر جن تعزیتی جذبات کا اظہار کیا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہوں سے لیکر علماء کی صفوں تک ہر کسی نے ان کے داغِ مفارقت کو محسوس کیا ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں کے علاوہ سعودی عرب کے شیوخ وحکام اور اسلامی ممالک کے سفیروں اور ان ملکوں کے علماء نے جو تعزیتی بیانات دیئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب و عجم میں ان کی دینی اور دعوتی خدمات کو کس بلند نظری سے دیکھا جاتا تھا۔ وطن عزیز پاکستان کے ذرائع ابلاغ اور صحافتی حلقوں نے بھی ان کی دینی اور ملی خدمات کا بھرپور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراف کیا ہے۔

حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کی رِحلت سے ایک بات بہت واضح ہو کر سامنے آتی ہے اور اس حقیقت کو ہم فانی انسانوں کو ہر لمحہ اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی عزت کا خزانہ صرف انہی لوگوں کے لیے خاص کر رکھا ہے جو اس کے دین قیم کی حبل متین کو مستحکم بناتے ہیں، اس پر اپنی صحت وجان داؤ پر لگاتے ہیں اور اس کی اشاعت میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو حافظ عبدالقادر روپڑی کی دینی، ملی اور سیاسی خدمات کا دائرہ پینسٹھ سالوں پر محیط دکھائی دیتا ہے اس اجمال کی تفصیل یوں ہے :

ہندوستان میں امر تسر کا علاقہ کئی حیثیتوں سے ممتاز ہے۔ اس ضلع کی تحصیل اَنبالہ کے ایک گاؤں کیر پور میں آپ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی رحیم بخش حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ کے بڑے بھائی تھے۔ بچپن میں ہی والدہ کی وفات ہو جانے کی وجہ سے حافظ اسمٰعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی کو محدث روپڑیؒ نے اپنی تربیت میں لے لیا۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ علوم آلیہ زیادہ تر اپنے چچا حافظ محمد حسین امرتسری اور مولانا قادر بخش پٹیالوی سے پڑھے جب کہ علوم عالیہ کی تحصیل محدث روپڑیؒ سے کی۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے وقت آپ کی عمر سولہ سال سے زائد نہ ہوگی کہ آپ نے روپڑ اور گرد ونواح میں دعوتی ذمہ داریوں کو سنبھال لیا۔ اس زمانے میں مسلک اہلحدیث کا معروف جریدہ "تنظیم اہلحدیث" محدث روپڑیؒ کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ آپ نے نہ صرف اس ہفت روزے کی صحافتی اور تنظیمی ذمہ داریوں میں بھرپور شرکت کی بلکہ خود بھی متعدد اور متنوع مضامین سپردِ قلم کیے۔ آپ کی خوش خطی کی وجہ سے محدث روپڑی کی زیادہ تر تحریریں بھی آپ ہی لکھا کرتے۔ آپ کی ان علمی اور صحافتی خدمات کو الگ سے جمع کرنے کی ضرورت ہے۔

برصغیر میں برطانوی حکمرانوں کے خلاف مسلمانوں کے جذبات ایک تاریخی حقیقت ہیں مگر مسلمانوں میں اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھنے والوں نے تحریکِ مجاہدین کی شکل میں جو قربانیں دی ہیں، ان کی عظیم داستان کے ورق بالاکوٹ سے 'چمرکند' تک ہر جگہ عظمت وعزیمت کے الفاظ سے مزین ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں برطانوی حکمرانوں نے برصغیر کو ایک آئین دیا، جس کے تحت ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں کانگریس کو پورے ہندوستان میں انتخابی غلبہ حاصل ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں مسلمانوں کو اس دوہرے عذاب سے رہائی ملی تو ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے الگ اسلامی سلطنت کے حصول کے لیے آئینی مطالبہ ایک قرارداد کی شکل میں پیش کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں نوجوان حافظ عبدالقادر روپڑیؒ کے جذباتِ حریت پورے عروج پر تھے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے اس عہدِ جوانی میں مسلم لیگ کی سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کی۔ روپڑ کی مسلم لیگ کے صدر بنے۔ اپنی حریت پسندانہ سرگرمیوں کے باعث قید و بند سے دوچار ہوئے مگر آپ کی سات سال پر محیط لمبی قید، حکومت اور مسلم لیگ کے درمیان ایک مفاہمت کے نتیجے میں بہت سے دوسرے مسلم لیگی کارکنوں کی طرح ان کی بھی رہائی کی شکل اختیار کر گئی۔ جیل میں آپ کی حریت پسندانہ سرگرمیاں خصوصاً اذان دینے اور نماز باجماعت کی ادائیگی کے سلسلے میں ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل کو بہت ناگوار گزرتیں مگر اسے بھی مفاہمت کے سوا کوئی اور چارۂ کار نظر نہ آیا۔ مسلم لیگ کے لئے آپ کی ان شبانہ روز سرگرمیوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں اس ڈویژن میں مسلم لیگی اُمیدوار کو ننانوے فیصد ووٹ حاصل ہوئے۔

۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر مسلمانوں کی سب بڑی ریاست اسلامی جمہوریہ پاکستان قائم ہو گئی۔ اس خاندان کے بزرگ محدث روپڑی اور ان کے برادران امرتسر اور کیرپور سے لاہور تشریف لائے اور چوک دالگراں کے قریب مسجدِ قدس اور مدرسہ کی بنا ڈالی، دوسرے مراکز اپنے رہائشی علاقہ ماڈل ٹاؤن اور گارڈن ٹاؤن میں قائم کئے۔ اس خاندان کو تقسیم ہند میں بہت سے نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ عظیم علمی سرمایۂ کتب بھی منتشر ہوا۔ اس خاندان کے بیس سے زیادہ مرد و زن ہندوؤں اور سکھوں کی درندگی کا شکار ہو کر شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ محدث روپڑیؒ کے برادران ان کے دست و بازو بنے تو حافظ اسمٰعیل اور حافظ عبدالقادر بھی اپنے عظیم چچا کے دامانِ عاطفت میں آگئے اور اس طرح ان کے علمی، دعوتی اور مسلکی مشن میں شریک ہو گئے۔ یاد رہے کہ محدث روپڑی کو حافظ عبدالقادر سے جو والہانہ محبت تھی، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے آپ کو شرفِ دامادی عطا فرمایا۔ حافظ محمد حسین امرتسری (م ۱۹۵۹ء) اور حافظ محمد اسمٰعیل روپڑی (م ۱۹۶۲ء) کے محدث روپڑی (م ۱۹۶۴ء) کی زندگی میں ہی وفات پا جانے کی وجہ سے لاہور میں مسجدِ قدس اور مدرسہ کی سرپرستی، تنظیم اہلحدیث کی اشاعت نو، جماعت اہلحدیث کی شیرازہ بندی، مسلکِ توحید و سنت کی تبلیغ، مناظرانہ سرگرمیاں اور اگلے ملی و سیاسی مصروفیات کے لیے آپ ہمہ تن مصروف رہے۔ اس لحاظ سے آپ کی شخصیت وسیع الاطراف اور آپ کی خدمات کثیر الجہات ہیں۔

علم کا اظہار عموماً تحریر و تقریر کے ذریعے ہوتا ہے۔ حافظ عبدالقادر کی کچھ تحریریں مضامین کی صورت میں ملتی ہیں مگر آپ کا اصل میدان تقریر و خطابت ہے۔ آپ نے دین و سیاست کے شعبوں میں بھرپور حصہ لیا اور بلا مبالغہ ہزاروں یادگار تقریریں کیں۔ تقریباً ساٹھ سال تک آپ نے محراب و منبر کی خدمت کی اور ہر مہینے کے دو تہائی دن مسافرت میں گزرتے اور اس مسافرت کی ہر منزل پر

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کا قیام دعوت وخطاب کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے نہ ہوتا تھا۔ آپ فصیح البیان مقرر تھے۔ جس طرح کوئی صاحبِ طرز ادیب ہوتا تھا ویسے ہی آپ ایک صاحبِ طرز خطیب تھے۔ آپ عموماً کسی موضوع پر تقریر کرتے تو پھر اس موضوع کے ہر گوشے کا احاطہ کرتے۔ آپ کا استدلال ہمیشہ کتاب وسنت پر مبنی ہوتا تھا۔ اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں تقریر فرماتے۔ آپ کا خطاب زیادہ تر قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ سے مزین ہوتا تھا۔ قرآن پڑھنے کا ان کا اپنا ایک سادہ اسلوب تھا جو سننے والے کو مسحور کرتا تھا۔ تقریر کی دل نشینی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ گھنٹوں سامعین جم کر آپ کا خطاب سنتے اور سر دھنتے تھے۔

قوتِ استدلال کا یہ عالم تھا کہ بہت سے غیر مسلم آپ کی تقاریر سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرتے اور مسلمانوں میں سے بہت سے جامد مقلد حضرات تقلید کو ترک کرکے مسلکِ اہلحدیث قبول کر لیتے تھے۔ آپ کے خطابات سے متاثر ہوکر اسلام اور مسلک اہل حدیث کو قبول کرنے والے کسی صورت میں بھی ہزاروں سے کم نہیں ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد کی نصف صدی میں ملک کے چاروں صوبوں میں کوئی ایسا قابل ذکر شہر، قصبہ یا قریہ نہیں جہاں آپ کی خطابت کا جادو اپنا رنگ نہیں دکھاتا تھا۔ ہر چند آپ کے وعظ، تقاریر اور خطابات صرف اور صرف کتاب وسنت سے مستفیض اور مستنیر ہوتے مگر آپ کی شیریں زبان اور پرزور استدلال نے سامعین کے دلوں میں گھر کیا ہوا تھا۔ ہر کہیں آپ سے خطابت کی فرمائش ہوتی تھی اور آپ بھی اشاعتِ دین کے جذبے سے سرشار جائے معینہ اور وقت مقررہ پر وہاں تشریف لے جاتے۔ اس سلسلے میں آپ ہوائی جہاز، ریل بس، کار، موٹر سائیکل، سائیکل، گھوڑے خچر یا پیدل ہر طرح سے مختلف مقامات پر پہنچتے اور سامعین کے دلوں کو کتاب وسنت کے خالص نشے سے مسحور کرتے تھے۔ آپ کی تمام تر تقریر مدلل اور دلنشین ہوتی تھی۔ موقع محل کی مناسبت سے تمثیلات بھی پیش کرتے۔ ان کی تقاریر کے سینکڑوں ریکارڈ کیسٹ کی صورت میں دستیاب ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان تمام کیسٹوں کی مدد سے آپ کے خطابات کا ایک جامع مجموعہ مناسب تدوین کے ساتھ شائع کیا جائے تاکہ کتاب وسنت کی حقانیت پر مبنی آپ کے مخصوص طرزِ استدلال اور طرزِ تکلم کو محفوظ کیا جاسکے

ع اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے!

حافظ صاحب کی شخصیت اور خدمات کا ایک پہلو اُن کی مناظرانہ سرگرمیاں ہیں۔ علومِ اسلامیہ میں مباحثہ ومجادلہ اور مناظرہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔ علم مناظرہ کی تاریخ صدیوں قدیم ہے اور اس موضوع پر بہت سی معرکۃ الآراء کتب موجود ہیں۔ مدارسِ نظامیہ میں فن مناظرہ کی مخصوص کتاب رشیدیہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ تقابل اَدیان کی مشق کی غرض سے انہیں سبقاً سبقاً پڑھاتے ہیں۔ حافظ صاحب اس فن میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے غیر مسلموں سے بھی مناظرے کئے اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے بھی اس فن کی داد وصول کی۔ آپ کی ان مناظرانہ سرگرمیوں کے باعث آپ کو رئیس المناظرین کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان سے قبل دہلی میں آپ کا ایک یادگار مناظرہ آریہ سماجیوں سے ہوا۔ جس میں آریہ سماجی مناظر نے استفسار کیا کہ قرآن سے ثابت کیجئے "اللہ ہندو ہے یا مسلمان ......؟" اس سوال کے جواب میں حافظ صاحب نے سورۂ بقرہ کی وہ آیات تلاوت کیں جن میں ایک گائے کو ذبح کرنے کا حکم ہے۔ ان آیات کے ترجمہ سے حافظ صاحب نے استدلال قائم کیا کہ اگر اللہ ہندو ہوتا تو کبھی گائے ذبح کرنے کا حکم نہ دیتا۔ اس جوابِ ناطق سے آریہ سماجی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مناظرہ کے لیے ضروری ہے کہ صاحبِ مناظرہ کا ذہن اَخاذ ہو، اس کا حافظہ مثالی ہو، استحضار علمی ہو، وسیع المطالعہ ہو، ذہانت وفطانت کا بہرۂ وافر اُسے ملا ہو، اِستخراجِ مسائل کا سلیقہ رکھتا ہو، طبیعت میں نکتہ سنجی، نکتہ دانی اور نکتہ آفرینی ہو نیز مخاطب کی نفسیات اور معتقدات سے بخوبی شناسائی رکھتا ہو۔ حافظ صاحب میں مذکورہ بالا سب صفات موجود تھیں، اس لیے وہ مخالف مناظر پر چھا جاتے تھے۔ ان معرکوں میں ان کی معاونت کے لیے محدث روپڑیؒ کے علاوہ ان کے چچا حافظ محمد حسین روپڑی یا ان کے بھائی حافظ محمد اسمٰعیل روپڑیؒ بھی موجود ہوتے۔ حافظ صاحب نے غیر مسلموں میں سے یہ مناظرے عیسائیوں، ہندوؤں، آریہ سماجیوں اور قادیانیوں کے ساتھ کئے۔ مسلم فرقوں میں سے ان کے زیادہ تر مناظرے بریلوی، دیوبندی، چکڑالوی، پرویزی اور شیعہ حضرات کے ساتھ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ان پر یہ خصوصی کرم تھا کہ زندگی بھر تمام تر مناظروں میں ان کو سبقت حاصل رہی۔ کاش کوئی ان تمام مناظروں کی تفصیلات کو جمع کردے تو یہ تقابل اَدیان کے مطالعہ کے لیے بہترین علمی وسیلہ ہو۔

حافظ صاحب تحریکِ ختم نبوت کے ہمیشہ ہراوّل دستے میں شامل رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کے ساتھ مل کر مشترکہ جدوجہد بھی کی۔ قادیانیت کے خلاف حافظ صاحب ایک شمشیر برہنہ تھے۔ ختم نبوت کے مسئلہ کو بیان کرنے میں انہیں غیر معمولی دسترس تھی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت ہو یا قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی آئینی جدوجہد، وہ ہر مرحلے میں پیش پیش رہے۔ امتِ مسلمہ کو اس فتنے کی شرانگیزیوں سے باخبر کرنے کے لیے انہوں نے قریہ قریہ تقاریر کیں۔ اس ضمن میں ان کا شمار اکابرین ختم نبوت میں ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان تاریخ ساز مساعی کو قبول فرمائے اور ان کے حسنات میں شمار فرمائے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک اہلحدیث سے تعلق رکھنے والے سلفی مشرب حضرات کی تنظیم سازی سے انہیں خصوصی تعلق تھا۔ پنجاب میں تنظیم اہلحدیث کی تشکیل اگرچہ محدث روپڑیؒ کی سرپرستی میں تمام اہلحدیث گروپوں نے مل کر قیامِ پاکستان سے قبل کی تھی مگر قیامِ پاکستان کے بعد جماعت اہل حدیث کے نام سے اس کی سرگرمیوں کو بہت فروغ ملا۔ دوسرے اسلامی ممالک بالخصوص حکومت سعودیہ اس جماعت کی مساعی کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ روپڑی خاندان کے سعودیہ کے شاہی خاندان اور اہل علم سے خصوصی مراسم ہیں۔ آلِ سعود اس خاندان کے علماء کو اپنا خصوصی مہمان بناتے اور خصوصی ہدایا سے نوازتے تھے۔ آلِ سعود، آلِ شیخ اور روپڑی علماء کے درمیان باہمی تعلقات کا یہ باب ابھی تک روشن ہے۔ اور دونوں کو ایک دوسرے کی دینی خدمات اور مساعی کا اعتراف ہے۔

حافظ صاحب دینی خدمات کے ساتھ ملی اور سیاسی جدوجہد میں شریک ہوتے رہے۔ تقسیم ہند سے قبل وہ مسلم لیگ میں ایک فعال کردار ادا کرتے رہے، اس سلسلے میں انہوں نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں۔ مگر تقسیم کے بعد وہ دستورِ اسلامی کی جدوجہد میں دوسری دینی جماعتوں کے ساتھ برابر شریک رہے۔ ۱۹۷۴ء میں وہ پاکستان جمہوری پارٹی میں شامل ہوگئے۔ اور اس کے نائب صدر کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ کے ہراول دستے میں تھے، اسی ضمن میں گرفتار بھی ہوئے۔ اس سلسلے میں لاہور، راولپنڈی اور میانوالی جیل میں محبوس رہے۔ اپنی زندگی کے آخر تک وہ ملی تحریکات میں پیش پیش رہے۔ برصغیر کے علاوہ انہوں نے زندگی کے مختلف اوقات میں امریکہ، یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے مختلف ممالک کی کانفرنسوں میں شرکت کی اور وہاں معرکۃ الآراء خطابات کئے۔ حادثہ حرم سے قبل حرمین میں وعظ کرنے کی آپ کو خصوصی اجازت حاصل تھی۔

عالم اسلام کا یہ بطل جلیل زندگی کے آخری سات سال مختلف عوارض کا شکار رہا۔ بالکل آخری دو سال بستر علالت پر بسر ہوئے۔ اس دوران عالم اسلام بالخصوص ائمہ حرمین اور سعودی عرب کے علماء آپ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لاتے رہے۔ مختلف ملکوں کے سفیر اور دوسرے حکام بھی آپ کی مزاج پرسی کرتے رہے۔ بالآخر علم و فضل کا یہ سورج ۶/ دسمبر ۱۹۹۹ء کو غروب ہوگیا۔ ماڈل ٹاؤن، لاہور کے ایک وسیع سبزہ زار میں ان کی نمازِ جنازہ میں زندگی کے ہر طبقہ فکر کے ہزاروں لوگ شریک ہوئے دور دور کے دیہات سے ان کے معتقدین کے تعزیتی قافلے ان کے جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین، مختلف مسالک کے علماء اور نامور دانشوروں اور صحافیوں نے ان کے سفر آخرت میں ان کی میت کو کندھا دیا۔ گارڈن ٹاؤن کے خاندانی قبرستان میں حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، حافظ محمد حسین امرتسری، اور حافظ اسمٰعیل روپڑیؒ کے ساتھ انہیں اَبدی رفاقت میسر آئی۔ ان کی ذات پر یہ مقولہ کس قدر صادق آتا ہے موت العالِم موت العالَم!!

(پروفیسر عبدالجبار شاکر)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ